حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور انکے مقلدین کی
مستند نماز کا ثبوت
از
حضرت مولانا مفتی عبد القدوس رومی صاحب مدظلہ
مفتی شہر آگرہ
ناشر
شعبۂ نشر و اشاعت مدرسہ افضل العلوم تاج گنج آگرہ

صَلُّوا کَمَا رَأَیْتُمُونِی اُصَلِّی. (متفق علیہ)

تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھکو نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

اور

اَلَا اُصَلِّی بِکُم صَلٰوۃَ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ (ترمذی)

کیا میں تمہیں حضور ﷺ جیسی نماز نہ پڑھاؤں ؟۔

حدیث رسول مقبول اور قول عبد اللہ بن مسعود کی روشنی میں

تعامل و توارثِ صحابہ و تابعین کی مستحکم و نا قابل انکار بنیاد پر

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے مقلدین کی

مستند نماز کا ثبوت

مفتی عبد القدوس رومی

مفتی شہر آگرہ

حق کمپیوٹرس، نزد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

۷/۸/صفر ۱۴۲۲ھ (۲/۳/مئی ۲۰۰۱ء) کو مسجد عبد النبی بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی میں تحفظ سنت کانفرنس کا انعقاد ہوا تھا، اس موقع پر تقریباً دودرجن کی تعداد میں متعدد ناموں سے شائع ہونے والے رسالوں کا ایک سیٹ مدعوین اجلاس نے خریدا تھا، خود راقم السطور نے بھی ایک سیٹ لیا تھا، یہ تمام تر رسالے اُنہیں پرانے موضوعات سے متعلق تھے جو کم وبیش ڈیڑھ، دو سو سال سے موضوع بحث بلکہ موضوع مناظرہ بھی بنے ہوئے ہیں مگر کسی صورت سے ان کا فیصلہ ہونے ہی کو نہیں آرہا ہے۔

اختلافی اور دوسرے مسائل کو جانے دیجئے صرف نماز مسنون کے طریقے اور کیفیت سے متعلق مندرجہ موضوعاتِ بحث پر زمانہ دراز سے کتابیں لکھی جارہی ہیں، اعتراضوں کے جوابات، کتب حدیث کی مستند روایات برابر پیش کی جارہی ہیں مگر ہوتا یہی ہے کہ مرور زمانہ سے کچھ مدت کے بعد یہ موضوعات بحث ٹھنڈے پڑجاتے لکھی ہوئی کتابیں پہلے کمیاب پھر نایاب ہوجاتیں اور ان مباحث کو زندہ رکھنے والے دوسروں کو اپنا جانشین بنا کر راہی ملک عدم ہوجاتے۔

نماز سے متعلق چند مشہور موضوعاتِ بحث یہ ہیں:

(۱) قرأت فاتحہ خلف الامام (۲) تکبیر تحریمہ کے علاوہ تکبیرات رکوع وسجدے کے وقت رفع یدین۔ (۳) حالت قیام میں رفع یدین کہاں ہو اور کیسے ہو۔ (۴) ختم سورۃ فاتحہ پر آمین بالجہر ہو یا بالسر ہو؟ چنانچہ تحفظ سنت کانفرنس کے موقع پر جن کتابوں کی خصوصی اشاعت کی گئی۔ ان میں بھی یہی موضوعات بحث

از سر نو پھر زیر بحث لائے گئے تو انہیں دیکھ کر خیال آیا کہ کیا اچھا ہو تا کہ "ملت مسلمہ" کا یہ زر کثیر کسی دوسرے مصرف خیر میں صرف ہو تا لیکن صورت حال ہی کچھ ایسی برابر سامنے آتی جا رہی ہے جسے نظر انداز کرنا بھی دینی بے حمیتی کا مصداق قرار پاتا ہے۔

صورت حال یہ ہے کہ موجودہ دور زمانہ پوری "امت مسلمہ کیلئے انتہائی پر آشوب اور فتنوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے جسکی وجہ سے ضرورت تو اس بات کی تھی کہ ہم مسلمان اپنے غیر ضروری مسائل کی بحثوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے دین کے اصولی و بنیادی عقائد و مسائل کو اپنا موضوع دعوت و تبلیغ بناتے اور اس طرح مذہب اسلام کو لوگوں کے درمیان مقبول بنانے کی جدو جہد میں مشغول ہوتے۔

موجودہ صورت حال کی نزاکت کا صحیح اندازہ آپکو اسی وقت ہو سکے گا جب آپ دیکھیں گے کہ اسوقت کی مروجہ عصری تعلیم سے آراستہ ہونے والی نئی نسل میں خاصی تعداد ایسے نوجوانوں کی بھی ہے جن کے یہاں دین اسلام اور مذہبی احکام کا مضحکہ واستخفاف روزمرہ کے تفریحی مشاغل کی طرح ان کے نظام زندگی کا ایک پسندیدہ جزو بن چکا ہے، پوری امت مسلمہ اور ملت ابراہیم پر ہر طرف سے مختلف داخلی و خارجی فتنوں کی یلغار ہو رہی ہے اور بات اس حد تک بگڑ چکی ہے کہ اب مسلمانوں کی ایک خاصی بڑی تعداد "اسلام" کے نام کی آڑ اور پردے میں پوری کوشش اس بات کی کر رہی ہے کہ اسلام کی نہ صرف ظاہری شکل و صورت ہی مسخ کی جائے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہ کوشش بھی ہو رہی ہے کہ اسلام کی اصل حقیقت وروح بھی تبدیل ہو جائے۔

کتاب اللہ اور احادیث رسول کی نت نئی تشریحات کے عنوان سے تحریف دین اور انکار مذہب کے خطرناک عزائم ایسے لوگوں کی تحریرات میں نمایاں دیکھے

جا سکتے ہیں۔

ایسے پر آشوب دور فتن میں ہمارے ہی کچھ بھائی جن کا اصحاب خیر القرون سے کوئی رشتہ قائم ہی نہیں ہو سکا ہے اور جن کے متعلق یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ان کا یہ دعوائے سلفیت فی الواقع ان کے ربط و تعلق مع الاسلاف پر مبنی ہے یا یہ صرف سلفیت کا بخار ہے جو بغیر تحقیق حقیقت بخاری شریف کی کوئی حدیث کسی سے سن لینے پر تپ ولرزہ کی طرح ان پر طاری ہو گیا ہے ٹھیک ہی کہا ہے کسی صاحب دل نے

بے عشق محمد کے جو پڑھتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار ان کو بخاری نہیں آتی

ڈوبلیکیٹ سلفیت کا یہ مذہب اب سے کچھ مدت پہلے تک اس طرح بے حس و حرکت سا پڑا رہا تھا کہ کچھ لوگ اسے "مردہ بھی سمجھنے لگے تھے کہ حکومت سعودیہ کی "دولت سیال" نے کرشماتی طور پر اسے نہ صرف زندہ کیا بلکہ اسکے تن مردہ کو ایسے بال و پر بھی عطا کر دئے کہ اب اس کے قدم زمین پر پڑتے ہی نہیں اب وہ سچ مچ اسی طرح اڑنے بھی لگا ہے جس کا اندیشہ و خطرہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو اسوقت ہو گیا تھا جب انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمہ کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تھا اور پھر نہایت لطیف اور پر مزاح انداز میں ان سے ارشاد فرمایا تھا: اِنَّمَا خَشِيتُ اَنْ تَطِيرَ (مجھے یہ خطرہ ہوا کہ کہیں تم (اس طرح ہاتھ اٹھاتے اٹھاتے اڑنے نہ لگ جاؤ)۔۔

(جزء رفع الیدین للبخاری ص ۱۹ بحوالہ اعلاء السنن ص ۴۴ ج ۳)

اس جدید سلفیت (جسے ڈوبلیکیٹ سلفیت ہی کہنا زیادہ موزوں ہوگا) کے وجود میں آنے کے بعد ان مسلکی تنازعات و مناقشات نے تشویشناک صورت

اختیار کرلی ہے کہ ان کے پاس پیٹرو ڈالر کی فراوانی ہے جسکی بدولت دین و مسلک کی خرید و فروخت بھی ہر جگہ دیکھنے کو مل جاتی ہے۔

سلفیت کے تپ زدہ مبلغین اس قسم کی سودا بازی کرتے ہوئے عام طور پر ہر شہر اور بستی میں دیکھے جاسکتے ہیں ان کا طریقہ کار کچھ اس طرح ترتیب پاتا ہے کہ محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے والوں میں سے کسی سیدھے سادے بے خبر و ناواقف کو اپنا شکار بنانا چاہا اور ان اختلافی مسائل میں سے کسی مسئلہ پر لکھی ہوئی کوئی کتاب لاکر دیدی کہ لو اسے پڑھو۔

کتاب کے مضامین کچھ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ:

تقلید شرک ہے، حنفی لوگ حدیث رسول کو ٹھکرا کر امام ابو حنیفہ کو اپنا امام مانتے ہیں اور حدیث کے مقابلہ میں انہیں کی باتوں پر عمل کرتے ہیں چنانچہ دیکھ لو کہ بخاری شریف میں نماز کا طریقہ کیا بتایا گیا ہے اور تم حنفی لوگ بخاری کی حدیثوں کو چھوڑ کر اپنے امام کے طریقہ پر نماز پڑھتے ہو۔

سلفی مبلغ کا مخاطب اگر اتفاقی طور پر اس قسم کے اختلافات سے کچھ واقفیت رکھتا ہے اور اس نے کسی حدیث کا ذکر کر دیا کہ امام ابو حنیفہ کا عمل اس حدیث پر ہے تو مبلغ سلفیت فوراً جواب دیگا کہ وہ حدیث ضعیف ہے، حالانکہ سلفیت کے اس پر جوش مبلغ بیچارے سے اگر یہ پوچھ لیا جائے کہ آپ لوگ حدیث صحیح و حدیث ضعیف کی یہ بحث جو نکالدیتے ہیں تو براہ کرم ہمیں کسی صحیح حدیث شریف کے ذریعہ حدیث صحیح کی تعریف اور پہچان بتادیجئے کہ حدیث صحیح و حدیث ضعیف کے معاملہ میں بھی حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہمارے علم میں آنا چاہئے کیونکہ دوسروں کی تقلید کرنا اور ان پر اعتماد کرنا تو آپ کے نزدیک شرک ہے،، تو آپ دیکھیں گے کہ پھر تو سلفیت کے پر جوش مبلغ کی صرف ''سٹی'' ہی گم نہ ہو جائیگی بلکہ وہ دشمن عقل

و خرد خود بھی گم ہو جائیگا۔

تحفظ سنت کے دوسرے اجلاس کی کارروائی تال کٹورہ انڈور اسٹیڈیم نئی دہلی میں دیر سے جاری تھی اب اس کے اختتام کا وقت قریب آرہا تھا کہ اچانک دل میں ایک نئے خاطر کی روشنی کا احساس ہوا اور دل اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہمیں اب ان جدید سلفیوں سے محاذ آرائی بند کر کے صرف ایک اعلان کر کے اپنے کام میں لگ جانا چاہئے۔ ان کے پاس تو مملکت خداداد حکومت سعودیہ کی فراواں دولت سیال ہے اور ظاہر ہے کہ محاذ دولت پر بے زر ہندوستانی مسلمان ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے اسلئے ضرورت ہے کہ اس محاذ کو چھوڑ کر ہم اپنا محاذ تبدیل کرلیں۔

جدید سلفیت کے پر جوش مبلغین اپنے جوش جدیدیت میں اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ اب ان کا کوئی رشتہ وعلاقہ خود اپنے قدیم مدعیان ''اہل حدیثیت'' سے باقی نہیں رہ گیا ہے۔

اور پھر اسی وجہ سے ان جدید علمبرداران سلفیت کا شاہکار دیانت وامانت مشہور ومعروف کارنامہ ''**الدیوبندیہ**'' کے نام سے سامنے آگیا جسکے مصنف نے ''بند دیو'' کا پورا بند کا بند کھول دیا اور جب دیو کا بند ہی کھل گیا تو سلفیت کے نمایشی خوبصورت پردے میں چھپی ہوئی کتنی ہی چیزیں ایک ایک کر کے سامنے آنے لگی ہیں چنانچہ اسی سلسلہ کا ایک دوسرا شاہکار جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ایک فاضل تحقیقی مقالہ نگار شمس الدین افغانی کی کاوشوں اور کوششوں کا نتیجہ ''جہود علماء الحنفیۃ فی ابطال عقائد القبوریہ'' کی شکل میں ہمارے سامنے آچکا ہے اور اندازہ یہی ہے کہ سعودی حکومت سے فراہم ہونے والی دولت بے بہا ان سلفیوں کے ہاتھوں یوں ہی بہائی جاتی رہیگی۔

ایسی صورت میں ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ہم اس قسم کے تحریری

مناظروں و مباحثوں سے اپنی توجہ ہٹالیں آخر دین پر عمل کیلئے صرف روایات ہی تو کافی نہیں ہوتی ہیں بلکہ اسی کیساتھ ساتھ ہمیں اس روایت حدیث پر عمل درآمد کی صورت و کیفیت اور اس پر تعامل کو بھی تو اپنی نظر میں رکھنا اور مرکز توجہ بنانا ضروری ہوتا ہے تو کیوں نہ ہم بھی کم ازکم ان مسائل نماز ہی کو اسی تعامل و توارث کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کریں۔

صرف روایات کی علمی بحث عام مسلمانوں کیلئے مفید مطلب جیسے اب تک نہو سکی ہے اندازہ یہی ہے کہ یہ طریقہ بحث آئندہ بھی مفید و کار آمد شاید نہو سکے گا۔

اسی پہلو کو نظر میں رکھتے ہوئے احقر نے زیر نظر رسالہ میں روایات حدیث پر تعامل و توارث کی بنیاد پر یہ فیصلہ کن موقف اختیار کیا ہے کہ ہم یہ اعلان کردیں کہ:

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ہم اپنے آپ کو اس موقف میں پاتے ہیں کہ آجکل کے ان نو مولود سلفیوں کو چیلنج کرتے ہوئے اعلان کردیں کہ اللہ تعالی کے فضل و کرم سے ہم اپنے عمل بالحدیث کو اپنے اکابر و اساتذہ حدیث و فقہ کی سند متصل (غیر منقطع) کے ساتھ صاحب کتاب و سنت فخر کائنات حضور اقدس ﷺ کی ذات بابرکات تک پہنچا کر مرفوع و مستند کر سکتے ہیں۔ نہ صرف ہم احناف بلکہ اہل تقلید سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی عالم مستند (خواہ وہ حنفی ہو مالکی ہو یا شافعی و حنبلی ہو) اپنے اپنے اساتذہ کرام کی متصل سندوں کے ذریعہ اپنے عمل بالحدیث کے تعامل و توارث کا ثبوت پیش کر سکتا ہے جبکہ ان بے سند مدعیان سلفیت (جن میں سے بہتوں کو صرف دوسروں کی زبانی کوئی حدیث بخاری کا تذکرہ ہی سنکر سلفیت کا بخار چڑھ گیا ہے) میں سے کوئی بھی سلفی عالم اپنے عمل بالحدیث کو اپنے واقعی و حقیقی استادوں کی سند متصل کے ساتھ مرفوع و مستند نہیں کر سکتا۔ ؏

صلائے عام ہے یاران "سلفیاں" کے لئے

آئندہ صفحہ پر راقم السطور کی سند حدیث و فقہ متصل (بالکل غیر منقطع) طور پر حضور سرور کائنات ﷺ تک پیش ناظرین کی جا رہی ہے۔

راقم السطور نے اپنے استاذ محترم العلامۃ الشیخ محمد اسعد اللہ رامپوری استاذ حدیث سے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ اور حدیث شریف میں صحیح مسلم شریف پڑھی ہے جنکی کامل سند اگلے صفحہ پر درج کی جارہی ہے۔

مسلم شریف کے علاوہ حدیث شریف کی دوسری کتابیں مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق دوسرے حضرات اساتذہ سے پڑھی گئیں۔

(۱) بخاری شریف جلد اول حضرت استاذ الاساتذہ مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب رحمہ اللہ سے۔

(۲) بخاری شریف ثانی اور سنن ابی داؤد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ صاحب اوجز المسالک سے۔

(۳) جامع ترمذی شریف اور حنفی محدث کی مشہور کتاب طحاوی شریف صدر المدرسین حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوریؒ سے پڑھیں۔

(۴) نسائی شریف و ابن ماجہ اور "موطین" حضرت مولانا منظور احمد خانصاحب علیہ الرحمہ سے پڑھیں۔

جو سند آئندہ دی جارہی ہے اس کی رو سے حضور صاحب الوحی ﷺ سے راقم الحروف تک درمیانی اساتذہ کرام کے ۲۳ واسطے ہیں اور ان مذکورہ بالا اساتذہ کی سندوں میں راقم السطور کے ان حضرات اساتذہ اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کے درمیان چار واسطے ہیں (مولانا خلیل احمد صاحب بذل المجہود از مولانا مظہر نانوتویؒ از مولانا مملوک العلی نانوتویؒ از مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ)

جبکہ آئندہ دوسری سند میں یہ واسطے صرف (۲) دو ہیں۔

سلسلة الذهب الی ائمة الدین والمذهب

سند الحدیث المتصل المرفوع الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) صاحب الوحی سیدنا محمدن المصطفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ وآلہ واصحابہ وسلم۔

(۲) عبداللہ بن مسعودؓ (وفات ۳۲ھ یا ۳۳ھ)۔(۳) علقمہ بن قیس (من کبار التابعین) وفات ۶۰ھ یا ۷۰ھ۔(۴) ابراھیم بن یزیدؒ (وفات ۹۶ھ)۔(۵) حمادبنؒ سلیمان الکوفی(۶) ابوحنیفۃ نعمان بن ثابت (امام الحنیفۃ)(۷) ابویوسف یعقوب(صاحب الامام)(۸) محمد بن سماعہ(۹)نصربن یحیٰ(۱۰)ابوالقاسم الصفار(۱۱)ابواسحٰق النوقدی (۱۲)ابویعقوب یوسف السیاری (۱۳) ابوالیسر محمد البزدوی (۱۴)عمرالنسفی(۱۵)احمدبن عمرالنسفی(۱۶) صاحب الھدایہ علی بن ابی بکر المرغینانی۔

(تحویل) (بعد الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی)(۷)محمدبن حسن الشیبانی(۸)ابوحفص الکبیرامام عبداللہ۔(۹)ابوحفص الصغیر البخاری (۱۰)امام ابوبکر محمدعبداللہ السبزمونی (۱۱)محمدبن فضل البخاری(۱۲)قاضی ابوعلی النسفی (۱۳)شمس الایمۃ الحلوانی (۱۴)فخرالاسلام البزدوی (۱۵) صاحب الھدایۃ علی بن ابی بکر المرغینانی۔(۱۶)شمس الایمۃعبدالستارالکردی(۱۷)حافظ الدین الکبیر البخاری(۱۸)حسام الدین حسن السغناقی۔(۱۹) قوام الدین محمدبن محمد الکاکی۔(۲۰) الشیخ اکمل الدین البابرتی صاحب الغایۃ(۲۱)السیدالسندالشریف الجرجانی(۲۲) سعد الدین اسعد

(۲۳)المحقق جلال الدين الدوانی(۲٤)مرزاجان(۲۵) ملا یوسف الکوهج(۲٦) مــرزافاضل (۲۷) مــرزا محمدزاهد(۲۸) الشاه عبدالرحيم المحدث الدهلوی(۲۹)الشاه‌ولی الله الدهلوی (مسند الحديث لعلماء الهند)(۳۰)الشاه عبدالعزيز المحدث الـدهلوی (۳۱)الـشـاه فـضل رحـمن المحدث گنج مــرادآبـادی (۳۲)حکيـم الامة مولانا اشرف علی التهانوی (۳۳) العلامه محمد اسعد اللّٰه (حفيدالمفتی سعداللّٰه)الرامفوری (۳٤)العبدالمانوس بمولاه القدوس عبدالقدوس وقاه الله البوس.

بیان دعویٰ ومدعائے مبحث

راقم السطور نے فقہ حنفی کی مشہور ومستند کتاب ”ہدایہ“ مجلدین اولین (مصنفہ شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ) استاذ حدیث صحیح مسلم حضرت العلامۃ الشیخ محمد اسعد اللہ صاحب رامپوری علیہ الرحمہ سے پڑھی ہے جنکی سند پچھلے صفحہ پر درج ہے۔

مسنون طریقۂ نماز

صاحب ہدایہ نے باب صفۃ الصلوٰۃ میں فقہ حنفی کے مطابق یہ طریقۂ نماز نقل کیا ہے:-وہ فرماتے ہیں:-جب نماز شروع کرنے لگے تو تکبیر کہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے "رَبَّكَ فَكَبِّر" فرما کر تکبیر تحریمہ کا حکم دیا ہے اور تکبیر کہتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے یہ ہاتھ اٹھانا سنت ہے کیونکہ حضور اقدس ﷺ نے اس پر پابندی سے عمل کیا ہے اور یہ ہاتھ اتنے اٹھائے جائیں کہ ہاتھ کے دونوں

انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہو جائیں اور عورتیں کندھوں تک ہاتھ اٹھائیں۔ اور ناف کے نیچے داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے، پھر ثنا (سُبحَانَكَ اللهم) پڑھے اس کے بعد اَعُوذُبالله مِنَ الشيْطٰنِ الرَّجِيْم. کہے اور بسم الله الرحمن الرحيم پڑھے اور یہ تعوذ وتسمیہ سرًّا دھیرے سے پڑھے۔ پھر سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورہ یا کسی بھی سورہ سے تین آیات پڑھے اور جب ولاالضالین پڑھے تو آہستہ سے آمین کہے، پھر تکبیر (اللہ اکبر) کہے اور رکوع کرے (اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جھک جائے) اور یہ تکبیر مد کے ساتھ نہ کہے، رکوع میں دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑ لے اور ہاتھ کی انگلیوں کو کشادہ رکھے حالت رکوع میں پیٹھ کو بالکل برابر کر لے اور کوع میں سبحان ربی العظیم پڑھے کم ازکم تین مرتبہ، پھر رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے سمع الله لِمَن حَمِدَهٗ کہتے ہوئے سیدھا کھڑا ہو جائے (جماعت کی نماز میں امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنالک الحمد کہے) پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں جائے اور سجدہ میں دونوں ہاتھ زمین پر رکھ لے اور اپنی ہتھیلیوں پر اپنے دونوں ہاتھوں کو کھڑا رکھے کہنیاں بچھائے نہیں اور کان کے برابر دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اپنا چہرہ (ناک اور پیشانی) زمین پر رکھے۔ حالت سجدہ میں ران اور پیٹ کے درمیان فاصلہ رکھے اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے اور سجدوں میں کم از کم تین بار سبحان ربی الاعلی پڑھے پہلا سجدہ کرنے کے بعد تکبیر کہتا ہوا سر اٹھالے اور جب اچھی طرح اطمینان سے بیٹھ لے تو اللہ اکبر کہتا ہوا دوسرا سجدہ کرے اور جب اچھی طرح سجدہ کر لے تو تکبیر کہتا ہوا پنجوں کے بل کھڑا ہو جائے کھڑے ہوتے ہوئے نہ تو زمین پر ہاتھ ٹیکے اور نہ استراحت کے لئے کچھ بیٹھے۔ ایک رکعت پوری ہو گئی اب اسی طرح دوسری رکعت بھی پڑھی جائیگی بس اتنا فرق رہے گا کہ

اب بقیہ رکعتوں میں ہاتھ نہ اُٹھائے جائینگے۔

دوسری رکعت میں جب دوسرے سجدے سے فارغ ہوکر سر اٹھائے تو دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے اور قعدہ میں دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر رکھ لے اور انگلیاں رانوں پر کھلی ہوئی رکھ لے اور تشہد (التحیات) پڑھے پورا تشہد یہ ہے۔

اَلتَّحِیَاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اور یہ تشہد "تشہد ابن مسعود" کہلاتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے یہ تشہد عبد اللہ بن مسعود کو اس طرح پڑھایا اور یاد کرایا تھا جیسے انہیں آپ کوئی سورہ قرآنی یاد کرایا کرتے تھے۔ (نماز کے پہلے قعدہ میں اتنا ہی پڑھا جائے گا)

بعد کی دو رکعتوں (نماز فرض) میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے اور چوتھی رکعت پر قعدہ اخیرہ میں اسی طرح بیٹھے گا (دایاں پاؤں کھڑا رکھے گا اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائیگا) اور تشہد پڑھے گا جو واجب ہے اور درود شریف پڑھے گا اس کے بعد کوئی ایک قرآنی دعا یا حدیث کی دعائے ماثورہ پڑھے گا پھر پہلے داہنی طرف سلام پھیرے گا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے گا بعد میں بائیں طرف سلام پھیرے گا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے گا۔ (نماز کی چار رکعتیں ہوگئیں)۔

اس کے بعد اسی سے متصل صاحب ہدایہ نے ایک علٰحدہ فصل میں نماز کی قرأت کا بیان کیا ہے کہ کس نماز میں قرأت جہری ہوگی اور کس نماز میں قرأت سری ہوگی، اس سلسلہ میں انہوں نے بتایا کہ:

اگر امام نماز پڑھا رہا ہے تو فجر میں قرأت جہراً پڑھیگا اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعت میں قرأت جہری کریگا اور بعد کی دو رکعتوں میں قرأت سری ہو گی۔

قابل توجہ بات

اس موقع پر صاحب ہدایہ نے نماز میں قرأت جہری وسری کے مواقع تو بیان فرمادئے مگر اپنی عام عادت کے خلاف اس کی کوئی دلیل نہیں بیان کی کہ فجر اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت جہری کیوں ہے اور بقیہ نماز میں قرأت سری کیوں ہے؟ دلیل کو نظر انداز کرتے ہوئے انہوں نے دلیل کی جگہ عام دلیلوں سے بڑھ کر مستحکم دلیل تعامل وتوارث بیان کر دی اور فرمایا هذا هو المتوارث (یہی طریقہ متوارث ومتواتر طور پر زیر عمل چلا آرہا ہے)۔

یعنی حضور اقدس ﷺ کے زمانہ مبارک سے لیکر اب تک اسی طرح عمل ہوتا چلا آیا ہے۔ اور یہ تعامل وتوارث بجائے خود بڑی مستحکم اور مستند دلیل ہے جو متواتر ہونے کی وجہ سے نا قابل اختلاف اور نالایق انکار ہے اب کسی اور دلیل کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالی درجات بلند فرمائے اور جزائے خیر عطا فرمائے علامہ شیخ کمال الدین ابن ہمام کو جنہوں نے صاحب ہدایہ کے اس مختصر سے فقرہ "هذا هو التنوارث" کی معنی خیزی سے پردہ اٹھاتے ہوئے اس فقرہ کی تشریح یوں فرمادی:
يعنى انّا اخذنا عَمَّنْ يلينا الصّلوة هكذا فِعلاً وهُم عَمَّن يليهم كذلكَ وهكذا الى الصحابة رضى الله عنهم وهُمْ بالضرورة اخذوه عن صاحب الوحى . فلايَحْتَاجُ فيه اِلٰى انْ ينقل فيه نص مُعَيَّنٌ هذا ولايجهد نفسه فى الجهر. (فتح القدير ص ۲۸۳ ج۱ بيروت)

یعنی مطلب یہ ہوا کہ ہم نے جب اپنے طبقہ کے اوپر والے طبقہ سے نماز سیکھی اور اس طبقہ نے اپنے اوپر کے طبقہ والوں سے نماز سیکھی اور اسی طرح یہ سلسلہ طبقہ بہ طبقہ حضرات صحابہ تک نماز سیکھتا ہوا پہنچ گیا اور حضرات صحابہ نے لازمی طور پر اپنی نماز حضور علیہ سے سیکھی تھی تو پھر ایسی صورت میں ہمیں کسی معین دلیل کو نقل کرنیکی ضرورت ہی کہاں رہ جاتی ہے۔ (اسے تسلیم کئے بغیر چارہ ہی نہیں ہے)

اب صفحہ ۹ پر دیا ہوا شجرۂ سند دیکھئے اور ہمارے قطعی الثبوت تعامل کی مستند دلیل کو عملی صورت میں دیکھ لیجئے۔ یہ سند تعامل ترمذی شریف کی عاصم بن کلیب وعبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمہ قال قال عبداللہ بن مسعود والی روایت نہیں ہے کہ آپ حضرت عبداللہ بن المبارک اور امام احمد کی یہ جرح لیکر بیٹھ جائیں اور اس پر اڑے رہیں کہ "ثم لایعود" کا فقرہ غیر محفوظ ہے حالانکہ اس نکتہ جرح سے مسئلہ زیر بحث پر کوئی نتیجہ خیز اثر نہیں پڑتا ہے۔

اسی وجہ سے راقم السطور نے صفۃ الصلوٰۃ سے متعلق اختلافی موضوعات کے فیصلہ کے لئے صاحب ہدایہ اور شیخ ابن ہمام کی دکھلائی راہ اپنائی ہے جسکی تردید کا ارادہ کرتے وقت ہی دانتوں پسینہ آجائیگا کہ اس جم غفیر کے تعامل میں کس کس عامل کو ضعیف ٹھہرا کر تعامل ہی کو مردود قرار دیدیں احقر کی سند کو نظر میں رکھتے ہوئے ثبوت مدعا اس طرح ہو جاتا ہے کہ:

حضور سرور کائنات علیہ کا طریقہ نماز (جسے عملی طور پر نقل کرنے کی تاکید خود حضور اقدس علیہ نے **صَلُّوا کمارَ أَیْتُمونی اُصَلِّی** (بخاری ومسلم) فرما کر اپنے صحابہ کو نقل عملی کا حریص بنا دیا تھا۔ جس پر عمل کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اہل حلقہ کے سامنے یہ کہکر کہ **اَلاَ اُصلِّی**

بِکُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وسلم (کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ جیسی نماز پڑھا کے اس مسنون طریقہ نماز کی عملی تعلیم نہ دیدوں) ان لوگوں کو نماز پڑھائی اس نماز سے متعلق ان کے شاگرد خاص حضرت علقمہ نے اپنے شاگردوں سے نماز کی تکبیر تحریمہ کے وقت ان کے عمل رفع یدین کو بتاتے ہوئے کہا کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے صرف پہلی تکبیر پر رفع یدین کیا تھا۔

اس روایت سے خود حضور اقدس ﷺ کا عمل رفع یدین صرف تکبیر اولیٰ ہی کے وقت ثابت ہوتا ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود اپنی نماز کو حضور اقدس ﷺ کے طریقہ نماز کی صحیح نقل بتا رہے ہیں اور اسی کیساتھ ساتھ طبقہ صحابہ سے تعلق رکھنے والے جلیل القدر صحابی کا عمل بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ صرف تکبیر تحریمہ ہی کے وقت رفع یدین کرتے تھے

پھر اس عمل کو علقمہ کے شاگرد ابراہیم نخعی نقل کرتے ہیں جس سے انکا عمل بھی اس کے مطابق ہی ثابت ہوتا ہے۔

اپنی بات کو آگے بڑھانے سے پہلے ہم تیسری صدی ہجری کے مشہور امام ومحقق محمد بن نصر مروزی کا یہ اہم تحقیقی انکشاف بھی نقل کردیں (جسے علامہ یوسف بنوری علیہ الرحمہ نے شرح ترمذی معارف السنن میں حضرت مولانا فرنگی محلیؒ کے حاشیہ موطا "التعلیق الممجد" کے حوالہ سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:-

ہم شہروں میں سے کسی ایسے شہر سے واقف نہیں ہیں جس کے باشندے زمانۂ قدیم ہی سے علم سے نسبت رکھتے ہوں کہ انہوں نے رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت بالکل اجماعی انداز میں ترک رفع یدین کو ترک کررکھا ہو۔ (معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۰)

اہل کوفہ کے اس اجماعی عمل کو سمجھنے کیلئے ہمیں یہ بھی دیکھنا ضروری ہو گا

کہ خلیفہ چہارم سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے دور خلافت میں جبکہ کوفہ دارالخلافہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑے دینی مرکز کی حیثیت بھی اختیار کر چکا تھا اسوقت اہل کوفہ کے اس اجتماعی ترک رفع یدین کو اگر ایک نوع کا اجماع بھی تسلیم کر لیا جائے تو ہمارے مخالفین کو اس پر چیں بہ جبیں نہونا چاہئے کیونکہ جو لوگ احادیث رفع کے بیان میں اپنے اکابر کے بیان تعداد احادیث کی بار بار کی تبدیلی کو شیر مادر کی طرح مزہ لے لیکر غٹا غٹ پیتے چلے آرہے ہیں کبھی احادیث رفعی کی تعداد پچاس بتائی جاتی ہے جیسا کہ ابن حجر شاح بخاری کے استاد عراقی نے بتایا ہے (فتح الباری دیکھئے) اور امام بیہقی نے ان احادیث کی تعداد پچاس سے گھٹا کر تیس بتائی گویا تعداد اب نصف کے قریب رہ گئی اور پھر امام بیہقی ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ ان تیس میں سے صحیح سند والی روایات پندرہ ہیں لیجئے اب وہ تعداد پوری نصف اور گھٹ گئی اس طرح پچاس روایات کے بلند دعوی کی تین چوتھائی سے خود ہی دستبرداری دیدی اور تعداد گھٹتے گھٹتے صرف ایک چوتھائی (بارہ تیرہ کے قریب) رہ گئی ہے۔ (معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۳)

ایسی صورت میں ہم اپنے ان مخاطبین کے اکابر کے طرز عمل کو نظر میں رکھتے ہوئے اہل کوفہ کے اس اجتماعی ترک رفع کو مثل اجماع مان لیں تو شاید ہم ان بزرگوں سے زیادہ قصوروار نہیں ٹھہریں گے خاص کر ایسی صورت میں کہ اسوقت کا کوفہ علم دین کا بڑا مرکز تھا جہاں اکابر صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد موجود ہونیکی وجہ سے یقیناً یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسوقت ناقلین دین کا کریم وہیں موجود تھا۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے دور خلافت میں تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام کوفہ میں قیام پذیر تھے جن میں چوبیس عدد (جو لفظ وہابی کا عدد بھی سمجھا جاتا ہے) حضرات بدریین اور دو حضرات منجملہ عشرہ مبشرہ کوفہ میں موجود تھے کوفہ کی یہ

علمی و مرکزی شان ایک عرصہ تک برقرار رہی ہے یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کی "الصحیح" میں خاصی تعداد رواۃ کوفہ ہی کی ہے۔

اور ایسا بھی نہیں ہے کہ ترک رفع پر عمل در آمد صرف کوفہ ہی کیساتھ مخصوص رہا ہو، کوفہ کے علاوہ بلد النبی الامین مدینہ منورہ میں بھی تارکین رفع اتنی تعداد میں تھے کہ امام دار الہجرہ حضرت امام مالک کو بھی رفع یدین کی روایت کرنے کے باوجود اپنے عمل میں ترک رفع ہی کو ترجیح دینی پڑی ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا فرنگی محلی حاشیہ موطا میں امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"واختلفت الروایة فیه عن مالك فمرّة قال رفع ومرة قال لایرفع وعلیه جمهور الصحابة" (امام مالک سے روایت مختلف طور پر نقل کی گئی ہے کبھی تو کہا کہ رفع یدین کیا جائے گا اور کبھی فرمایا کہ رفع یدین نہ کیا جائیگا)

اور حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب علیہ الرحمۃ سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند (جن سے راقم السطور نے مشکوٰۃ شریف کی آخری حدیث پڑھکر مشکوٰۃ شریف ختم کی تھی) کی تقریر بخاری میں صاف طور پر یہ تصریح ہے کہ:

امام مالک کا طریق یہ ہے کہ وہ اہل مدینہ کے عمل (تعامل) کو دوسرے مقامات کے عمل (تعامل) پر ترجیح دیتے ہیں انہوں نے رفع یدین کی روایات کو نقل کرنے کے باوجود اس پر عمل نہیں کیا بلکہ اہل مدینہ کے تعامل کی بنیاد پر ترک رفع کو اختیار کیا اور مالکیہ کے یہاں اسی پر عمل ہے۔

(ص ۷۱ رسالہ رفع یدین، شایع کردہ مرکز المعارف ہوجائی آسام)

ان تفصیلات کے نتیجہ میں یہ حقیقت بے نقاب ہوگئی کہ ترک رفع کا تعامل صرف اہل کوفہ تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ بلدۃ النبی الامین ﷺ کی اکثریت بھی

یہی تعامل رکھتی تھی۔

اس بات کو دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے دو بڑے امام جو دو بقیہ چھوٹے اماموں کے استاذ محترم بھی ہیں ان دونوں ہی کا عمل ترک رفع ہی پر رہا ہے۔

دین میں تعامل کی اہمیت:- گذشتہ صفحات میں اشارۃً تعامل کی اہمیت کا ذکر کیا جاچکا ہے اب ذرا اس کی کچھ تفصیل بھی سامنے آجانی چاہئے۔

حدیث وسنت پر گہری نظر رکھنے والے اس حقیقت وواقعہ سے یقیناً باخبر ہوں گے کہ ہمارا مذہب صرف آیات اور روایات کی حد تک محدود نہیں ہے چنانچہ قرآن مجید میں قرآن فہمی کی ضرورت کے پیش نظر انزال کتاب کے ساتھ ہی ارسال رسول کا ذکر بھی فرمادیا گیا ہے ارشاد ہوا "قَدْجَاءَ كُم من الله نورٌ وَّكِتَابٌ مُبِيْنٌ۔ (آئی ہے تمہارے پاس ایک روشن چیز اور (وہ) ایک کتاب واضح (ہے) اور اسی آیت میں اس سے پہلے یہ فرمایا جاچکا ہے۔

يٰاَهْلَ الكِتٰبِ قَدْجَاءَ كُمْ رَسُوْلُنَايُبَيِّن لَكُمْ كَثِيْرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِير۔ (اے اہل کتاب ہمارے یہ رسول آئے ہیں جو کتاب کے مضامین سے جن چیزوں کو تم چھپاتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو تمہارے سامنے کھول دیتے ہیں اور بہت سی باتوں کو (جانتے ہوئے بھی) درگذر فرمادیتے ہیں)۔

یعنی رسول کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنی امت کو کتاب اللہ کی تعلیم بھی دے۔ اس بات کو متعدد مقامات میں مختلف تعبیرات سے ذکر کیا گیا ہے اور آپ کے ذریعہ دی جانے والی یہ تعلیم صرف قولی ولسانی نہیں تھی کہ ترازو والے روایات اور ان کے رجال کو جانچنے کیلئے اسمائے رجال کی ترازو لیکر بیٹھ جائیں اور روایات

سے متعلق فیصلے صادر کرتے رہیں۔

حضور اقدس ﷺ نے ان اعمال وافعال میں جن میں عملی تعلیم اور عملی مشق کی بھی ضرورت تھی آپ نے ان کی عملی تعلیم بھی دی ہے اسی ذیل میں حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد امام بخاری وامام مسلم نے صحیحین میں نقل فرمایا ہے۔ "صَلُّوا كَمَا رَأَيتمونى اُصَلِّىْ" (نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھ کو پڑھتے دیکھتے ہو) حضور اقدس ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں آپ کے خادم خاص (جو چھٹے نمبر پر ایمان لانے والے اور قدیم جلیل القدر صحابی ہیں جنہیں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل کوفہ کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے کوفہ بھیجا تھا) یعنی عبد اللہ بن مسعودؓ نے اپنے اہل حلقہ سے یہ کہتے ہوئے نماز پڑھائی کہ "کیا میں تمہیں حضور اقدس ﷺ جیسی نماز نہ پڑھاؤں"؟

اور پھر ان کے ذریعہ سے حضور اقدس ﷺ کی عملی نماز کا سلسلہ طبقہ بہ طبقہ ایک سے دوسرے طبقہ تک منتقل ہوتا اور آگے بڑھتا گیا یہاں تک کہ (علقمہ وابراہیم اور حماد کے) تین واسطوں سے امام اعظم ابو حنیفہ تک اور اس کے بعد آٹھ یا نو واسطوں سے وہی طریقہ "نماز نبوی" شیخ الاسلام برہان الدین علی ابن ابی بکر المرغینانی صاحب الہدایہ تک پہنچا اور اس کے بعد تیرہ واسطوں سے وہی طریقۂ مسنونہ مسند الحدیث فی الہند حضرت شاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی تک اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت شاہ عبد العزیز اور ان کے شاگرد حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی اور حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی التھانوی علیہم الرحمہ کے تین واسطوں سے استاذ محترم مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رامپوری علیہ الرحمہ تک اور انکے تلمذ سے راقم سطور عبد القدوس رومی غفرلہ تک پہنچا۔

فن اسماء الرجال کی یہ ترازو تولنے والوں میں سے کتنے ہی لوگوں کو یہ بھی خبر نہیں ہے کہ اہل فن رجال نے اسناد حدیث کے معاملہ کو اتنی اہمیت کیوں دی؟ اور امام اعظم حضرت ابو حنیفہ کے شاگرد اور حضرت امام بخاری کے استاد الاساتذہ حضرت عبداللہ بن المبارک نے سند و اسناد کی اہمیت اور اسکی غرض و غایت بتاتے ہوئے جو کلمات ارشاد فرمائے ہیں وہ یہ ہیں۔ "الاسناد من الدین لولا الاسناد لقال من شاء ماشاء"

(سند بیان کرنا بھی دین ہے (کہ اسی کے ذریعہ دین کی حفاظت ہو سکتی ہے) سند نہ ہو تو جس کا جو جی چاہے وہی بیان کر دیا کرے")

زمانہ قدیم میں جہاں سے دین کی تعلیمات تقسیم ہوتی تھیں وہیں انہیں لوگ کے پاس فن رجال کی ترازو بھی رہتی تھی مگر آہستہ آہستہ اصحاب دین تو کم ہوتے گئے اور اب دین کی منڈی میں صرف ترازو لئے ہوئے کچھ لوگ موجود ہیں جو ضرورت و بے ضرورت صرف ترازو ہی کا استعمال کرتے رہتے ہیں۔

ایسے ہی ترازو بازوں کو دیکھتے ہوئے ہمارے اکابرین خاص طور پر حضرت مولانا شاہ انور صاحب کشمیری علیہ الرحمہ کو اپنے رسالہ "بسط الیدین" میں یہ شکایت کرنے پر مجبور ہونا پڑا، فرماتے ہیں "امام بخاری اکثر ان باتوں پر جزم ویقین ہی نہیں کرتے ہیں جو ان کی شرطوں پر پوری نہ اترتی ہوں چنانچہ ان کے جزء "رفع الیدین" میں ابن مسعودؓ کے عمل کا سرے سے تذکرہ ہی نہیں ہے اور یہ لوگ تو تعامل کی طرف سر بھی نہیں اٹھاتے ہیں یہ ہے ان کا انداز انہیں اسکی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ وہ تعامل حقیقت و واقعہ کا پورا پورا ترجمان ہوتا ہے اور جہاں کہیں بات سند پر آکر ٹھہرتی ہے تو یہ سب کیا جاتا ہے (مثلاً یہ کہہ دیا کہ "ثم لایعود" کا فقرہ ثابت نہیں ہے غیر محفوظ ہے اب کس کی مجال ہے کہ ایسے لوگوں سے یہ پوچھ لے کہ اس ایک

غیر محفوظ لفظ کے اضافہ سے پوری روایت کیوں ردی کی ٹوکری میں ڈالدی گئی جبکہ بعینہ یہی مفہوم دوسری صحیح روایتوں میں بھی موجود ہے)

آگے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مقدمہ مسلم کی تصریح کے مطابق اسناد تو اس لئے ضروری قرار دی گئی تھی کہ کوئی ایسی بات جو دین سے خارج ہے وہ دین میں داخل نہ کی جاسکے اور یہ بنیاد نہایت درجہ اہم تھی کہ دین کو غیر دین کی آمیزش سے محفوظ رکھا جائے لیکن اب تو اس اسناد کو اس درجہ اہمیت دی جانے لگی ہے کہ اس پر بیجا اصرار کی وجہ سے ایسی باتیں جو دین میں داخل چلی آرہی تھیں اور حد تواتر کو پہنچی ہوئی تھیں انہیں دین سے خارج کر کے خبر واحد کے درجہ میں کر دیا گیا ہے۔

اور نیل الفرقدین کے حاشیہ میں یہ ضروری مشورہ بھی ملتا ہے فرماتے ہیں کہ اب ہمارے دلائل میں ہر اس روایت کا شمول واضافہ بھی ہو جانا چاہئے جس میں پورا باب صفۃ الصلوۃ ذکر کیا گیا ہو اور اس میں رفع یدین کا ذکر نہ ہو۔

(ترجمہ معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۳)

صاحب معارف السنن نے بحث کے خاتمہ پر بطور خلاصہ چند باتیں تحریر فرمائی ہیں من جملہ ان کے یہ بھی فرمایا ہے کہ عملی طور پر ترک رفع یدین بھی متواتر طور پر ثابت ہے جس طرح رفع یدین ثابت ہے اور عملی توارث (جملہ مقلدین کے ہاں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک متواتر چلا آرہا ہے اور اس پر جملہ مقلدین ایک دوسرے پر نکیر کے بغیر عمل پیرا ہیں اور واقعہ یہی ہے کہ تعامل و توارث ایسے ابواب میں نہایت قوی دلیل ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی یہاں بھی عنعنۃ الاسناد کی بات کرتا ہے تو یہی سمجھا جائے گا کہ عین نصف النہار کے وقت کسی چیز کی تلاش کے لئے چراغ کی روشنی کو زیادہ اہمیت دے رہا ہے۔ جو شخص تعامل و توارث کے مقابلہ میں اخبار آحاد کو ترجیح دیتے ہوئے تعامل و توارث

کے متواتر عمل کو منسوخ ٹھہراتا ہے اس نے تو قلب موضوع ہی کر دیا ہے اور امر قطعی کو ظنی بنادیا ہے۔ (معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۶)

صاحب معارف السنن علامہ یوسف بنوری علیہ الرحمہ اسی سلسلہ میں یہ دو باتیں بھی زیر بحث لائے ہیں جو قابل ذکر ہیں۔

(الف) فرماتے ہیں کہ اگر ترک رفع یدین سے متعلق حدیثوں کے ساتھ صفۃ الصلوۃ سے متعلق حدیثوں کو بھی ملالیا جائے جن سے راوی حدیث نے تعرض نہیں کیا ہے حالانکہ راوی نے اور دوسرے افعال و آداب سے تعرض کیا ہے تو اس صورت میں ترک رفع یدین کی حدیثوں کی تعداد زیادہ ہو جائیگی اور پھر نتیجہ یہ ہوگا کہ ترازو کا ترک رفع والا پلڑا جھک جائے گا اور رفع یدین والا پلڑا ہلکا ہو کر اوپر اٹھ جائیگا۔

(باء) حاکم نے رفع یدین سے متعلق جو کسی ایسی روایت کا دعوی کیا ہے جس سے یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین رفع یدین کے قائل اور اس پر عامل تھے تو حافظ ابن دقیق العید نے اس دعوے کی تردید کی ہے کہ حضرات عشرہ مبشرہ سے متعلق یہ دعوی کسی قوی طریق سے ثابت ہی نہیں ہے اور رفع یدین پر ان کا عملی دوام تو یہ بات تو ان میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہیں ہے چہ جائیکہ اسے جملہ عشرہ مبشرہ کے لئے ثابت کیا جائے لہذا فیروز آبادی نے سفر السعادہ میں جو بات کہی ہے وہ قابل اعتبار نہیں ہے۔

(معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۷-۴۶۸)

محدث اکبر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ کے تلمیذ عزیز و خویش مولانا سید احمد رضا بجنوری علیہ الرحمۃ نے حضرت شاہ صاحب کشمیری کے ملفوظات کا ایک مجموعہ مرتب فرمادیا ہے آج اسوقت کے زیر بحث موضوع سے متعلق ایک مختصر مگر بہت مفید و ضروری ملفوظ بھی اس مجموعہ میں مل گیا جو یہاں نقل کیا جارہا ہے۔

تعامل سلف:- یہ بھی خوب یاد رکھنا چاہئے کہ "قوت سند" پر اغتراء اور تعامل سلف سے اغماض بہت دفعہ مضر ثابت ہوا ہے کہ اسناد تو دین کی صیانت (حفاظت) کیلئے تھی بس لوگوں نے اسی کو پکڑ لیا حتی کہ تعامل سے اغماض ہوتا چلا گیا حالانکہ میرے نزدیک فیصلہ تعامل ہی سے ہوسکتا ہے۔

(ملفوظات محدث کشمیری ص ۳۴۳)

امید کی جاتی ہے کہ یہ مختصر مضبوط تحریر سرگرم مناظرین کی گرمی پر بھی یقیناً اثر انداز ہوگی اور عام اہل اسلام کے اس جویائے حق طبقہ کے لئے بھی مفید و حق نما ہوگی جو دیانت وانصاف کے ساتھ طریقہ رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے کا دل سے خواہاں ہو۔

ضروری وضاحت:- یہ تحریر در حقیقت اہل تقلید (مقلدین امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ) کے اطمینان کے لئے لکھی گئی ہے کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ بحمدہٖ تعالیٰ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا مسلک روایاتِ حدیث کے علاوہ تعامل امت جیسی مستحکم بنیاد پر قائم ہے۔

لہٰذا سلفیت کے "تپ زدہ بخاریوں" کی طرف سے شائع ہونے والے رسالوں کو دیکھ کر انہیں کسی قسم کی بے اطمینانی میں مبتلا نہ ہونا چاہئے۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین

عبد القدوس رومی

مفتی شہر آگرہ

مقیم غریب خانہ ۲/۹۹۲ تلسی پور الہ آباد

۲۲/ صفر ۱۴۲۲ھ پنجشنبہ ۱۷ مئی ۲۰۰۱ء

(ضمیمہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

گرامی قدر محترم جناب مولانا مفتی عبد القدوس رومی صاحب

(حفظہ اللہ وعافاہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور صحت وسلامتی نیز اخلاص وللٰہیت کے ساتھ دین وملت کی خدمت لیتا رہے۔ آمین

یہ بات آپ سے پوشیدہ نہ ہوگی کہ گذشتہ دنوں بتاریخ ۳-۴-مئی ۲۰۰۱ء بروز بدھ وجمعرات کو جمعیۃ علماء ہند نے "تحفظ سنت کانفرنس" کے نام سے ایک اجتماع طلب کیا تھا جس میں جناب مولانا سید اسعد مدنی صاحب وفقہ اللہ نے اپنے ہم خیال لوگوں کو دعوت دی اور اس پروگرام میں ملک وبیرون ملک کے علماء مندوبین اور ان کے زیر اثر مدارس کے طلباء واساتذہ نے شرکت کی کانفرنس کے موقعہ پر کارنر میٹنگوں، ترغیبی اجتماعات اور اخباری بیانات کے ذریعہ ایک خاص فضا بنائی گئی، اس موقعہ پر جمعیۃ علماء ہند کی نگرانی میں ۲۷ر کتابوں کا سیٹ تیار کرکے مندوبین میں تقسیم کیا گیا۔

تال کٹورہ اسٹیڈیم میں اشتعال انگیز زہریلی تقریریں ہوئیں، اہل حدیثوں کو خوب خوب کوسا گیا، اور اہل حدیث، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور سعودی حکومت کے خلاف تجاویز منظور کی گئیں۔

یہ ساری کی ساری تحریریں، تقریریں، تجویزیں اور کتابیں اہل حدیثان ہند، جامعہ اسلامیہ اور مسلک اہل حدیث کے خلاف محض ایک پروپیگنڈہ ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ ہندوستان ہی نہیں دنیا بھر میں مختلف مکتبہائے فکر اور بین المسالک اختلافات ہیں اور رہیں گے، جسے حتی الوسع ختم کرنے یا کم کرنے کی کوشش ہونی چاہئے علمی، شرعی، اخلاقی اور سماجی قدروں کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی شکایت کو باہمی طور پر براہ راست

یا بالواسطہ گفتگو کے ذریعہ رفع کرنے کی کوشش ہونی چاہئے۔

سوال یہ ہے کہ:

۱...... کیا اس حد تک پہونچ جانا صحیح ہے جہاں مولانا سید اسعد مدنی صاحب پہونچ گئے ہیں؟

۲...... کیا اس طرح کانفرنس بلاکر اشتعال انگیز تقریریں کر کے اختلافات کو دور کیا جاسکتا ہے۔؟

۳...... کیا وطن عزیز ہندوستان کے موجودہ ماحول میں جس طرح کی یہ کانفرنس مولانا اسعد مدنی صاحب نے بلائی ہے اس طرح کی کانفرنس کا بلانا صحیح ہے؟

۴...... کانفرنس میں جو لب ولہجہ اختیار کیا گیا ہے، اور ایسے لب ولہجہ کو ایک اجتماعی ورسمی شکل دے دی گئی، اسے انفرادی نہیں رہنے دیا گیا؟ کیا آپ اس سے متفق ہیں؟

۵...... ملت اسلامیہ ہند کی اجتماعی وانفرادی رہنمائی کے تقاضوں کو دیکھتے ہوئے کیا آپ ایسی کانفرنس بلانا صحیح سمجھتے ہیں؟

مجھے امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ آپ ملت اسلامیہ کے انتہائی ذمہ دار دردمند اور مخلص فکرمند ہونے کی حیثیت سے میرے سوالات کا جواب دیکر شکریہ کا موقع دیں گے۔ آپ کے جواب گرامی کا انتظار رہیگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن عمل، اخلاص وللّٰہیت کی توفیق عطا فرمائے اور ملت کا اجتماعی وقار واحترام قائم رکھنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

آپ کے جواب گرامی کا شدت سے انتظار رہے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مخلص۔ عبدالوہاب خلجی

ناظم عمومی مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند دہلی

مکرم ومحترم جناب مولانا عبدالوہاب صاحب خلجی

اراواللہ وایای الحق حقاوارزقنااتباعہ والباطل باطلاوارزقنااجتنابہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ (اسلامی وقمری تاریخ سے خالی) مورخہ ۱۶-۵-۲۰۰۱ء خدا جانے کس وجہ سے تقریباً نصف ماہ بعد کل ۷رربیع الاول (مطابق ۳۱رمئی) کو موصول ہوسکا ہے آج ۸رربیع الاول کو اولین فرصت میں اس کا جواب لکھا جارہا ہے

گرامی نامہ کا مضمون متین وسنجیدہ ہے اندازہ یہی ہے کہ جناب کے دل میں امت مسلمہ کے مابین اتحاد واتفاق کا جذبہ خیر اس حد تک موجود ہے کہ اس نے جناب کو اسکی خاطر دل سے بے چین کررکھا ہے جسکی شہادت گرامی نامہ کی ہر سطر بلکہ فقرہ فقرہ سے پیش کی جاسکتی ہے اور حسن اخلاق کا یہی تقاضا ہے کہ جناب کی طرف سے بلند ہونے والی صدائے اتحاد کو صدا بہ صحرا ہونے سے بچاتے ہوئے اس کا جواب اولین فرصت میں دیدیا جائے چنانچہ یہی کیا گیا۔

احقر نے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں اب سے تقریباً ساٹھ سال پہلے تعلیم حاصل کی ہے، احقر کے خصوصی اساتذہ میں حضرۃ العلامہ مولانا اسعداللہ صاحب رامپوری رحمہ اللہ تعالی بھی تھے جو اچھے مدرس حدیث وفقہ اور مدرس معقولات ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے مناظر بھی تھے، آریہ، عیسائی مناظروں کے علاوہ مسلمانوں میں پائے جانے والے فرقوں سے بھی انہیں مناظرہ کا موقع ملتا رہا وہ فرمایا کرتے تھے کہ "مجھے فرقہ اہل حدیث سے مناظرہ کرنے میں اس وجہ سے بڑی نزاکت اور اسی کی وجہ سے گرانی بھی محسوس ہوتی تھی کہ ایسے مناظروں میں موضوع بحث "احادیث" ہوتی تھیں جن پر بحث ومباحثہ بڑی نزاکت رکھتا ہے؟

حضرت استاذ علیہ الرحمہ کی یہ بات اسلئے یہاں نقل کردی گئی کہ اشارتا آپ پر

یہ بات واضح ہو جائے کہ حضرت استاذ علیہ الرحمہ کی یہ بات میرے دل کو کچھ ایسی لگ گئی کہ میں نے اسے "دل نشیں" کر لیا اور اسی کا شاید یہ اثر ہے کہ میں فرقۂ اہل حدیث سے چھیڑ چھاڑ اور ان کے خلاف محاذ آرائی کا مزاج نہیں رکھتا لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ فرقۂ اہل حدیث کے پر جوش و نادان مبلغین کو پوری چھوٹ حاصل رہے وہ جس طرح کی باتیں چاہیں لکھتے رہیں اور راقم سطور خاموش تماشائی بنا دیکھتا رہے، کچھ اسی قسم کے جذبہ کے تحت ۲/۳/مئی کو ہونے والی تحفظ سنت کانفرنس میں احقر نے بھی شرکت کی تھی اور وہاں فروخت ہونے والا ۲۶/ کتابوں کا ایک "سیٹ" بھی خریدا تھا، مجھے وہاں یہ پتہ نہ چل سکا کہ یہ سیٹ یونہی مفت تقسیم ہو رہا ہے ورنہ مفت تقسیم کا حقدار کسی "مفتی" کو تو سب سے پہلے ہی ہونا چاہئے تھا لیکن احقر کو وہ سیٹ قیمتاً ہی حاصل ہوا تھا۔

ان تمہیدی گذارشات کے بعد جناب کے اٹھائے سوالات کے جوابات پیش خدمت کئے جا رہے ہیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) سوال اول کا جواب:- راقم سطور نے ایک سال ۱۳۶۳ھ میں دار العلوم دیوبند میں مشکوٰۃ شریف اور بعض دوسری کتابیں پڑھی تھیں۔

اسوقت احقر کے بعض اسباق میں مولانا سید اسعد مدنی صاحب (وفقہ اللہ تعالیٰ للخیرات) شریک و ہم درس رہے ہیں اسلئے میرا ان سے تعلق اسی ہم درسی ہی کی جہت سے ہے نہ میں انکا مخدوم ہوں نہ وہ میرے متبوع ہیں۔

احقر کو مختلف امور و معاملات میں ان سے اختلاف پڑھنے کے زمانے سے اب تک برابر رہا ہے لیکن اسوقت صورت حال جس حد تک تشویشناک ہو چکی تھی احقر کیلئے بھی خاموش تماشائی بنا رہنا ناقابل عمل ہو گیا تھا ایسی صورت میں آپ کے سوال کا کوئی جواب دینے کے بجائے آپ سے یہ سوال جواب کا قائم مقام ہو جائے گا کہ مولانا اسعد مدنی صاحب کا اس حد تک پہنچ جانا (جسکی آپ شکایت فرما رہے ہیں) کیا یہ صرف

یک طرفہ جرم ہے یا اس جرم کی کچھ ذمہ داری آپ اپنے فرقہ اہل حدیث سے تعلق رکھنے والے پرجوش وناداں مبلغوں کے سر ڈالنے کیلئے بھی تیار ہیں ؟ (حدیث البادی اظلم علمائے اہل حدیث کے علم میں تو ہونی ہی چاہئے)۔

(۲) دوسرے سوال کا جواب:- آپ کی طرف سے یہ سوال کیا جاتا تو اس وقت قابل توجہ ہو سکے گا جب مولانا اسعد مدنی صاحب نے کانفرنس کے انعقاد کو باہمی اختلافات دور کرنے کا ذریعہ بتایا ہو، احقر کے علم میں انکی طرف سے ایسی کوئی بات نہیں کہی گئی احقر اپنے علم ناقص کے مطابق جہاں تک سمجھ سکا ہے انکا مقصد اس کانفرنس کے انعقاد سے لوگوں کو اختلافات کی تشویش ناک صورت حال سے باخبر و آگاہ کرتے ہوئے انہیں اپنے مسلک کی تائید کرنے والے دلائل فراہم کردینا بھی تھا اور آپ کو بھی یقیناً اس حقیقت سے اختلاف نہ ہوگا کہ ۲۶ کتابوں کے مجموعی سیٹ سے یہ مقصد بڑی حد تک حاصل ہوگیا، اور بے تأمل کہا جاسکتا ہے کہ انکی یہ کانفرنس کامیاب ہوگئی۔

اور اگر جناب اجازت دیں اور اس پر ناگواری بھی محسوس نہ فرمائیں تو یہ عرض کرنے کی بھی ہمت کروں کہ مولانا اسعد مدنی صاحب کی کانفرنس اگر آپ حضرات کی نظر میں کامیاب نہ ہوئی ہوتی تو آپ جیسی مقتدر متین سنجیدہ شخصیت اب بھی اسی طرح خاموش تماشائی ہی بنی رہتی جس طرح اب تک خاموش رہی تھی، آپ کو وقت کی ناسازگاری اور حالات کی نزاکت کا احساس کاش اب سے پہلے اسوقت ہوگیا ہوتا جب بالکل پرسکون ماحول میں "الدیوبندیہ" کی اشاعت کی گئی جس نے اس پرسکون حالات کو زبردست تلاطم سے تبدیل کردیا۔

ظاہر ہے ایسی صورت میں دوسرے حلقہ میں اشتعال بھی پیدا ہوا اور اسی کے نتیجہ میں متعدد جوابات اور جوابات کی کمک کے لئے متعدد رسائل بھی وجود میں آگئے آپ غور کریں گے تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ سب دفاعی ردعمل ہے۔

ابھی چند ماہ پہلے ڈاکٹر (یا حکیم) لقمان (مقیم سعودیہ) کا ایک خط جامعہ ابن تیمیہ بہار جناب محمد ارشد سلفی کے نام تھا خدا جانے وہ کس طرح غیر مکتوب الیہم تک پہنچ گیا احقر نے بھی وہ خط ایک رسالہ میں پڑھا تھا اور امید یہی ہے کہ آپ کی نظر سامی سے بھی گذرا ہوگا۔ خط کے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسکی روشنائی کالی مٹی کے کلوخ اور گینڈے کے پیشاب کے "محلول آمیزہ" ہی سے بنائی گئی ہوگی۔ ایسی ہی سیاہی سے ایسے ظلمت آفریں جملے لکھے جاسکتے ہیں کہ (۱) "جامعہ کے قیام کا اصل مقصد تحریک سلفیت عام کر کے حنفیت کی وبا کو اس علاقے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کرنا ہے۔ اس وبائے حنفیت نے اسلام کے اصل چہرہ کو مسخ کر دیا ہے، (۲) میں نے حکومت سعودیہ کو یہ بات اچھی طرح باور کرادی ہے کہ جماعت سلفیہ کے علاوہ ہندوپاک کی تمام جماعتیں گمراہ اور باطل پرست ہیں (۳) واللہ میرے نزدیک کسی غیر مسلم کو اسلام کی دعوت دینے سے زیادہ اہم ایک حنفی مسلک مسلمان کو راہ راست پر لانا ہے۔ (۴) میرے خیال میں فقہ ایسی مکروہ اور ناپاک شے ہے کہ اس پر پیشاب کرنے سے پیشاب مزید ناپاک ہو جائیگا (۵) الدیوبندیہ کے نام سے جو کتاب ہم لوگوں نے تیار کرائی تھی اس نے دیوبندیوں کو بے نقاب کر دیا۔ انتہی۔

احقر کا اندازہ ہے کہ آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے فاضل غیر فاضل برعکس نہند نام زنگی کافور کے مصداق دکتور شمس الدین الافغانی کے اس تحقیقی مقالہ سے بھی ضرور واقف ہوں گے جو "جهود علماء الحنفية فى ابطال عقائد القبورية" کے طنز آمیز عنوان کے ساتھ افق صحافت پر جلوہ گر ہوئی ہے۔ یہاں پہنچ کر اچانک ذہن اب سے تقریباً ایک صدی قبل لکھی جانے والی کتاب "حسام الحرمین" (مصنفہ اعلیٰ حضرت بریلوی) کی طرف منتقل ہو گیا کہ کیا طرفہ تماشہ ہے کہ اب سے سو سال پہلے جس سرزمین سے علمائے دیوبند کے خلاف علمائے حرمین سے بہ ترکیب و تزویر یہ فتوی حاصل کیا گیا تھا کہ

یہ سب دیوبندی کافر ہیں اور یہ فتوی صرف اس وجہ سے حاصل کیا گیا تھا کہ علمائے دیوبند ہندوستان میں پھیلے ہوئے مراسم شرک وقبر پرستی کے خلاف علم جہاد بلند کئے ہوئے تھے آج سو سال بعد انہیں علمائے حرمین کے اخلاف کے ذریعہ حقانی جامعہ اسلامیہ سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کرنے والا ایک فاضل اپنی خود ساختہ بنائے تحقیق پر انہیں مجاہدین حق کو مشرک وقبوری اور وثنی تک ثابت کر دینے میں بھی ادنی جھجھک محسوس نہیں کرتا۔

فالی اللہ المشتکیٰ واللہ ھوالمستعان لاغیر۔

(۳)- تیسرے سوال کا جواب: یقیناً ملک کے حالات موجودہ ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ایسے جزوی وفروعی مباحث کو ایسی اہمیت دیدی جائے جیسے انہیں پر ہم لوگوں کے ایمان واسلام کا فیصلہ ہوتا ہو۔

بلاشبہ یہ حقیقت ناقابل اختلاف ہے کہ آج کل کے حالات میں ایسے فروعی و غیر ضروری اختلافات کو ہوا دینا عقل ودانش کے بھی خلاف ہے اور یہ صورت حال دین و ملت اور اسکے مطلوب اتحاد واتفاق کے تقاضوں سے بھی ہم آہنگ نہیں ہے لیکن کیا کیا جائے کہ ان حالات کے باوجود اس مبنی برجنون ودیوانگی وبے دانشی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی سرگرمیاں برابر جاری ہیں۔

مجلہ ”اشاعة السنه“ (دوماہی) کے دو ایک شمارے دیکھنے کی نوبت آگئی رسالہ کا عنوان دیکھ کر جس شوق سے ہاتھوں میں لیا تھا افسوس کہ رسالہ کی سرسری ورق گردانی ہی کے بعد وہ شوق تو ”آتش زیرپا“ کے انداز میں ایسا فرار ہوا کہ شاید عدم ہی میں جاکر ٹھہرا ہو یہ رسالہ آپ کی دلی ہی سے اشاعت پذیر ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کس سنت کا ترجمان ہے؟

جس احساس نے جناب کو اس تیسرے سوال کی طرف متوجہ کیا ہے احقر کے نزدیک وہ احساس بہت ہی قابل قدر ہے لیکن اس جذبہ احساس کو زیر عمل لانے کے

لئے ہر دو طبقہ کے سنجیدہ و باثر لوگوں کو منظم و مجتمع کرنے کی ضرورت ہوگی اور اب سمت کوئی قدم بڑھانے سے پہلے ہر دو طبقہ کے ان افراد کو "گذشتہ را صلوات و آئندہ را احتیاط" پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

پچھلی حکایات و شکایات سے بات ختم نہ ہوگی بلکہ اور بڑھ جائے گی اس لئے ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ آئندہ یہ صورت اختیار کی جائے کہ یہ اختلافات صرف ہمارے اپنے دل اور اپنے ذاتی عمل ہی تک محدود رہیں نہ زبان پر برسرعام آئیں نہ رسائل و اخبار کے گرما گرم موضوع بنیں اور اخبارات سے تو انہیں بالکل ہی دور رکھا جائے کیونکہ اخباروں میں مراسلہ نگاروں کی کوئی کمی نہیں جسے بھی کچھ تھوڑا بہت لکھنا آتا ہے وہ اخبار میں چھپنے کے لئے بری طرح اتھ سکھ (بے چین) رہتا ہے اخبار کے چلن سے پہلے یہ صورت حال نہ تھی!

چوتھے سوال کا جواب:- آپ نے چوتھا سوال شاید پوری طرح غور و فکر کے بغیر ہی لکھ دیا جس کی وجہ سے لاشعوری طور پر یہ کچھ عجب قسم کے تضاد پر مشتمل لگتا ہے آپ مولانا اسعد مدنی صاحب کے طلب کردہ اجتماع (کانفرنس) کو اجتماع اور کانفرنس بھی کہہ رہے ہیں اور پھر اپنے دل میں یہ خواہش پنہاں بھی رکھتے ہیں کہ مولانا اسعد مدنی صاحب اس کارروائی کو اپنی شخصی و ذاتی کارروائی کے طور پر پریس کو دیتے احقر کی سمجھ سے یہ بات بالاتر ہے آپ ہی بتائیں کہ آپ کی اس خوش فہمی کا ذکر کس عنوان سے کیا جائے؟

(۵) پانچویں سوال کا جواب:- اس سوال کا جواب بڑی حد تک تیسرے جواب میں لکھا جا چکا ہے جسے کسی شاعر کی زبان میں یہاں دہرایا جارہا ہے

نہ تم صدمے انہیں دیتے نہ وہ فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

حاصل کلام یہی ہے کہ مولانا اسعد مدنی پر یا ہم میں سے کسی پر بھی اس صورت حال کی پوری ذمہ داری ڈالنا خلاف واقعہ بھی ہے اور عدل و انصاف کے تقاضہ سے بھی بہت دور ہے مشہور کہاوت ہے کہ تالی دو ہاتھوں ہی سے بجتی ہے۔

چنانچہ یہی صورت یہاں بھی ہوئی کہ تالی بجانے والے دو ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ ان لوگوں کا رہا جنہوں نے الدیوبندیہ تصنیف کی اور جامعہ ابن تیمیہ کے مہتمم کو وہ خط لکھا جسکے چند جملہ اوپر نقل کئے گئے اسی خط میں حکیم لقمان نے حکمت آموز یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ "ضرورت ہو تو ان پر پیسے بھی خرچ کیجئے وقتاً فوقتاً مسجد اور مدرسہ کے نام پر انکا تعاون کرتے رہئے یہ مادّی دور ہے پیسے کے زور پر بڑے بڑے مہم (کام) سر کئے جاتے ہیں"۔ (مقتبس نامۂ حکیم لقمان)۔

حکیم لقمان کے اقتباسات خط کسی توضیح و تشریح اور تبصرہ کے محتاج نہیں ہیں یہ تو دور حاضر کے پر جوش مبلغین سلفیت کے دلی جذبات کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔

اب آپ خود ہی انصاف فرمائیں کہ "تحفظ سنت کانفرنس" کے عنوان سے مولانا اسعد مدنی کا اُٹھایا ہوا قدم کوئی نیا اور بے بنیاد عمل تھا یا ایک گہری بنیاد رکھنے والی صورت حال کا ردعمل تھا بہرحال موجودہ صورت حال کو تبدیل کرنے کے لئے دونوں ہی حلقوں کے سنجیدہ و باا‌ثر افراد کے اجتماع میں غور و خوض اور مشورہ کیا جائے تو شاید کچھ حل نکل آئے اس میں اگر احقر کا تعاون درکار ہو تو مشورہ میں شرکت ممکن ہے۔

والسلام

عبدالقدوس رومی غفرلہ (مفتی شہر آگرہ)

۸ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ یکم جون ۲۰۰۱ء یوم الجمعۃ (آگرہ)

راہِ آبا رَو کہ ایں جمعیت است
معنیٔ تقلید ضبطِ ملّت است
وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ
محدثین اور فقہا کی نسبت
سیدنا و مولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سیدنا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۳۲ھ
سیدنا حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ۳۲ھ
سیدنا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ۱۹ھ
سیدنا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ۱۸ھ
سیدنا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ۴۵ھ
حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ۴۴ھ
سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ ۷۸ھ
سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۶۰ھ
سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ۶۸ھ
سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ۳۵ھ
سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۴۰ھ
سیدنا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ۷۳ھ
حضرت علقمہ ۶۲
امام ابراہیم نخعی ۹۶
سراج الملت فقیہ الامت حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ۱۵۰ھ
سیدنا حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۹ھ
حضرت امام طحاوی ۳۲۱ھ
حضرت امام بخاری ۲۵۶ھ
حضرت امام ترمذی ۲۷۹ھ
حضرت امام مسلم ۲۶۱ھ

تقلید کیا ھے؟

قرآن وسنت اور احکام شرعیہ کے سمجھنے میں اپنی فہم کے بجائے ان حضرات کی فہم پر اعتماد کرنا جنکی حذاقت ومہارت بلکہ امامت، امت کے نزدیک مسلم ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات عقلاً ونقلاً ہر طرح صحیح بلکہ واجب العمل ہے۔ اس سے دین کا انتظام بھی قائم رہتا ہے اور دینی امور کا احترام بھی باقی رہتا ہے۔ اور قرآن وسنت کو بازیچۂ اطفال بنانیکی جرأت کوئی نہیں کرسکتا!

تقلید کی حقیقت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

میرے دل میں تقلید کی تفسیر (یعنی حقیقت) یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث وارشادات (ہی) پر عمل کرتے ہیں اس تفسیر وتشریح کے مطابق جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بیان کی ہے کیونکہ وہ ہمارے نزدیک روایت میں ثقہ (قابل اعتماد) اور درایت میں اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا!

حضرت امام صاحب کا فقیہ الامت ہونا تمام امت کو تسلیم ہے۔

(اشرف الجواب ص ۱۲، ج ۲)

ملنے کے پتے

''صہیب برادران'' غریب خانہ 992/2 تلسی پور (وصی آباد) الہ آباد

''عبید برادران'' مکان نمبر 9/423 محلہ مفتی سہارنپور

دارالافتاء جامع مسجد، آگرہ۔۳